اردو ادب کے ارتقا میں علمائے دیوبند کا کردار

محمد مزمل گنگوہی

متعلم: دارالعلوم دیوبند، انڈیا

سخن اولیں: دارالعلوم دیوبند کا قیام سرزمین ہند کے لئے باعث صد افتخار ہے، جس نے ہندوستان کی بنجر زمین کو سرسبزی وشادابی عطا کی، چنانچہ اس ادارے نے مسلمانوں کی دینی وقومی روایات کو تحفظ فراہم کر کے، ہر قسم کی آلودگی سے پاک کیا، بدعات وخرافات کی تاریکیوں میں سنت کی مشعلیں روشن کیں، باطل کے مقابلے ہر اعتبار سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہزاروں مجاہد، عالم، مفسر، محدث، متکلم، فقیہ، مقرر، مناظر، حفاظ، قراء اور صوفیا کے ساتھ ساتھ عظیم شہسوارانِ قلم بھی پیدا کیے، جنھوں نے اپنی قلمی جولانیوں سے طوفانِ تند وتیز کا رخ پھیر دیا، دارالعلوم کی اسی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا انیس الاسلام قاسمی فرماتے ہیں: سوا سو سالہ طویل وقت میں دارالعلوم نے اردو ادب کی ایک وقیع اور پروقار خدمات انجام دی، اس میں شعر وشاعری بھی ہے، انشاء ونثر نگاری بھی، تصنیف و تالیف بھی اور خطابت بھی، عربی کتابوں کا ترجمہ بھی، اور ماہانہ وہفتہ وار اخبار ورسائل بھی، مطالعہ بھی اور اشاعت کے انتظامات بھی۔(۱)

گلشن ادب پر بہار قاسمی: اس الہامی ادارے کے سپوت نے جہاں ایمانی وروحانی کیفیت میں جلا بخشنے کے لئے عربیت سے اپنا تعلق استوار کیا، وہیں عوام الناس تک پیغام خداوندی پہنچانے اور احیائے اسلام کی غرض سے اردو زبان وادب میں بھی کمال پیدا کیا اور بعضوں نے اسی صحافت وادب کو شعر وسخن کی نیرنگیوں سے ایسی رعنائی بخشی کہ جس سے ان کی تحریر میں غضب کی سحر انگیزی، موجوں کی روانی، نسیم سحر کی نزاکت، پھولوں کی مہک، کہساروں کی رفعت پیدا ہوگئی اور لوگوں کے ذہن ودماغ پر ایسا مقناطیسی اثر چھوڑا کہ ان کے دل، آپ سے آپ اسلام کی طرف کھینچ آئے۔ تاہم یہاں کا ادب خالص اسلامی رہا ہے، شاعرانہ تخیل، کفر وزندقہ، فلسفیانہ موشگافیاں، بے وقت کی راگنی، مہمل داستانِ عشق، افسانہ نگاری، ناول نویسی، لطیفہ گوئی، تذکرۂ بادۂ نوشی، چنچل حسیناؤں کی خرمستیاں اور قاتل

اداؤں سے پاک وصاف؛ بلکہ بے گرد وغبار ہے۔ یہاں کا ادب قال اللہ وقال الرسول کے مشک وعنبر سے معطر وروح پرور اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے لبریز ہے، نیز صحابہ کرام کی قربانی، جد وجہد اور حیرت انگیز واقعات کے انمٹ نقوش، رونق قرطاس بنے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر نواز دیوبندی دار العلوم کی ادبی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے میں سب سے موثر اور پائیدار ذریعہ تحریر ہے، فرزندانِ دار العلوم نے اس میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے، علمائے دیوبند کا تصنیفی سرمایہ، جو تعداد میں دسیوں ہزار کتابوں پر مشتمل ہے ان کی صلاحیت تحریر کا مظہر ہے، صحافت (ادب) میں علمائے دار العلوم کے کارناموں سے ایک تاریخ مرتب ہوسکتی ہے۔ (۲)

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جب علمائے دیوبند نے قلم اٹھایا تو شہنشاہِ ادب، صاحب تخلیق اور بے مثال انشاء پرداز کی شکل میں نمودار ہوئے، جب ان کی نگاہِ عارفانہ شعر وسخن پر پڑی تو کہنہ مشق شاعر وسخن پرور کہلائے، مگر تاریخ نے انصاف سے کام نہیں لیا اور ان بزرگوں کی بے لوث خدمات کو نظر انداز کر دیا۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان بزرگوں کی اعلیٰ کارکردگی (جو عصبیت کے تودے میں دب کر رہ گئی ہے) سے نسلِ نو کو آشنا کرائیں۔

دار العلوم اور شعر وسخن: شاعری تحریر میں حسنِ ادا، زبان میں سلاست وبرجستگی پیدا کر دیتی ہے، اس کی اہمیت کی ادنیٰ سی جھلک علامہ انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں نظر آتی ہے کہ بلاشبہ اسلام میں اس شاعری کی گنجائش نہیں، جس کے ڈانڈے فحش گوئی، فحاشی، جذبات میں ہیجان انگیزی اور حسن وعشق کے ناروا مراحل کی عکاسی سے ملتے ہوں؛ لیکن اگر واقعی جذبات وخیالات کے حقیقت پسندانہ مضامین کی ترجمانی، شعری لب ولہجہ میں کی جائے تو اسلام اس کا مخالف نہیں۔ (۳)

چنانچہ علمائے دیوبند کی شاعری کا محور، خالص وحقیقی رہا ہے، ان حضرات نے اس فن کو پیشہ نہیں بنایا، جیسا کہ دنیا کا رواج ہے، بقول مولانا عبد اللہ صاحب: ان حضرات (علمائے دیوبند) نے شعر کو اپنا پیشہ یا مخصوص فن نہیں بنایا؛ لیکن شعریت، ذکاوتِ حس اور ذہانتِ فکر کا فطری جوہر ہے، یہ حضرات، جن کو ذہانت وذکاوت کے بھرپور خزانے عطا ہوئے تھے، شعریت سے تہی دامن کس طرح ہوسکتے تھے، چنانچہ غیر اختیاری طور پر ان بزرگوں کی فکر رسا نے خاص خاص حالات اور خاص خاص موقعوں پر قصیدے، نظمیں اور غزلیں موزوں کیں۔ (۴) اس کے باوجود ان حضرات نے خود کو کبھی شعراء کی فہرست میں شمار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں: نہ میں شاعر ہوں اور نہ شعر گوئی اپنا مشغلہ؛ لیکن جذبات جب ابھر کر منصۂ شہود پر آنے کے متقاضی بن جاتے ہیں تو ان کے لئے فن شاعری نہ شرط ہوتی ہے، نہ وہ اس کے پابند ہوتے ہیں۔ (۵) تاہم علمائے دیوبند کی کہی ہوئی نظموں کے بحرِ بیکراں میں غوطہ لگانے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر کیسے کیسے بیش بہا لعل وگوہر موجود ہیں۔ چنانچہ مولانا عبد اللہ صاحب مزید فرماتے ہیں: مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف علمائے حق جلد

اوّل میں، تعلیمی اور سیاسی ماحول کے لحاظ سے علمائے دیوبند کے چند دور قرار دیئے ہیں، ہم ادبی نقطۂ نظر سے ہر ایک دور پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر ایک دور اپنی آغوش میں اردو کے بہترین ادیب، خطیب اور شاعر لیے ہوئے ہے۔(۶)

مذکورہ سطور میں علمائے دیوبند کے کردار پر اجمالی نظر ڈالی گئی ہے، اب علمائے دیوبند کا شعروادب سے غیر معمولی تعلق اور انفرادیت قدرے تفصیل کے ساتھ حوالہ قرطاس کیا جارہا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ: خدا نے آپ کو ایک بڑے عالم، عظیم داعی اور بے باک مناظر کے ساتھ ساتھ فطری شاعر بھی بنایا تھا، بچپن ہی میں آپ کو یہ دولت ودیعت کر دی گئی تھی، جیسا کہ سوانح قاسمی شاہد ہے کہ مولانا لڑکپن ہی سے فطری شاعر تھے، طبع آزمائی اور فکر وسخن سے دلچسپی لیتے تھے، بقول مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ: (مولانا) اپنے کھیل اور بعض قصے کو نظم فرماتے اور لکھ لیتے۔(۷) مولانا عبداللہ صاحب مزید لکھتے ہیں: خود مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے سرپرست اور استاذ تھے، شعروسخن پر قدرت رکھتے تھے اور مفتی صدرالدین صاحب آزردہ جن سے آپ نے ادب کی کتابیں پڑھی تھی، وہ غالب کے معاصر اور اردو کے نقاد تھے۔(۸) آپ کے شعروں میں جو گداز وتاثیر ہے اور جو کیفیت وانشراح ہے وہ قدیم اور کلاسیکی ادبی سرمایہ سے مکمل آگہی کا نتیجہ ہے۔(۹)

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ: آپ دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر المدرسین تھے، جہاں آپ جامع العلوم والفنون اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے وہیں اپنے جذبات کو شعروسخن کے زیور سے آراستہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ اسی کی منظرکشی مولانا عبداللہ صاحب کی تحریر سے یوں ہوتی ہے: آپ کو شعروسخن سے بھی لگاؤ تھا؛ بلکہ یوں کہیے ذوق تھا۔(۱۰) آپ کی بیاضِ یعقوبی اسی کی آئینہ دار ہے۔ آپ کے اسی سدابہار گلشن سے دو پھول سپردِ قرطاس کیے جارہے ہیں:

جس کو نہ سما سکا ہو یہ ارض وسما ۔۔۔ اس جائے میں وہ کس طرح سے جائے سما

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کا طویل قصیدہ ہے، جس میں لطافتِ تخیل وسعتِ نظر، واقفیت، سادگی، شیرینی، جدت سب کچھ ہے:

اسی ذات سے ظاہر ہوا یہ سب عالم ۔۔۔ ملا ہے آپ کو اس بزم میں پہلا جام(۱۱)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ: گنجینہ علم وادب، سیاسی قائد، بے مثل محدث ومفسر، اسیر مالٹا، دوسری تحریک آزادی کے بانی وسربراہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں، تفسیر، حدیث، فقہ کے سرمائے میں اردو شاعری کا بھی اچھا ذخیرہ آپ کی یادگار ہے، موزونیت طبع، ذوقِ نظم اور

شاعری کا مذاق، زمانہ طالب علمی سے تھا، بلند تخیل، لطیف تغزل، عمیق فلسفہ، جذبات کی صداقت، بیان کی ندرت آپ کے کلام میں جان ڈالتے ہیں۔(۱۲) شعروسخن میں آپ کی شخصیت کسی حذاق شاعر سے کم نہیں، جیسا کہ اسیران مالٹا میں ہے: (آپ) جب کوئی اعلیٰ درجے کا شعر تالیف فرماتے تو طبقہ علماء تو درکنار حذاق شعراء بھی عش عش کر جاتے تھے۔(۱۳) اسی پر مولانا اسیرادروی صاحب مزید روشنی ڈالتے ہیں کہ یہ شعروشاعری طبعی مناسبت کی وجہ سے تھی۔(۱۴) اسی طرح اردو میں نثری حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے مولانا عبداللہ صاحب یوں گویا ہیں: آپ کی عبارت صاف ستھری اور سلجھی ہوئی ہوتی ہے۔صفائی اور سلاست پر کہیں کہیں صنائع اور بدائع کی رنگینی، دلکشی و شیفتگی پیدا کردیتی ہے۔(۱۵) نثری نمونہ: میں نے پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پاتا ہوں۔شعری آئینہ: نور خورشید چمکتا ہے ہر ذرّے میں # چشم بینا ہو تو ہر شئی میں ہے جلوہ تیرا۔(۱۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: جہاں لوگ آپ کو شیخ الکل، مجدد ملت، مصلح امت سے جانتے ہیں تو دوسری طرف، آپ عظیم ترین مصنف اور قلمی دنیا کے بے تاج بادشاہ بھی ہیں۔آپ اصلاح امت کے ساتھ ساتھ ہمہ وقت تصنیف وتالیف میں منہمک رہتے تھے، چھوٹی بڑی ۸۷۷ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں اور مقبولِ عام وخاص ہوئیں۔(۱۷) آپ کی تمام کتابوں میں بیان القرآن بوستانِ اردو کی عظیم ادبی شاہکار ہے۔جس نے مخالفوں کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا، جس کی لطف وشیرینی کا اندازہ مطالعہ ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔بقول علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: (میں) ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ اردو کا دامن علم وتحقیق سے خالی ہے؛ لیکن مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے میں ترمیم کرنا پڑی اور اب سمجھتا ہوں کہ اردو بھی بلند پایہ علمی تحقیقات سے بہرہ ور ہے۔(۱۸) مولانا عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: آپ کی تحریر میں عالمانہ رنگ اور جابجا ادب کی چاشنی ملتی ہے، مزید فرماتے ہیں: بہرحال تسلیم کرنا ہوگا کہ محسنین اردو ادب میں آپ کا مرتبہ بلند ہے۔(۱۹)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: آپ بوحنیفہ وقت اور ثانی ابن حجر عسقلانی ہیں اور ذہانت وذکاوت میں ضرب المثل ہونے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، اردو کے بہترین شاعر بھی تھے، جس کی منظرکشی علامہ انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یوں کرتے ہیں: آپ نے پندرہ ہزار شعر کہے ہیں، جن میں سے گیارہ سو پچپن عربی میں ہے۔علامہ اپنے والد کی شعری داستان یوں بیان کرتے ہیں: معلوم ہے کہ ان کا آبائی وطن کشمیر ہے، جہاں اونچے اونچے کوہسار، شاداب مرغزار، حسین وادیاں، بہتے ہوئے دریا، گرتے ہوئے آبشار، اودے اودے بادلوں کا ہجوم، نرم ونازک نسیم سحر کے جھونکے، وادی میں بکھرا ہوا حسن جمالیاتی ذوق کو، اگر طبیعت موزوں ہے، بے اختیار ڈھلے ڈھلائے اشعار اور حسین ترنم کی راہوں پر ڈال دیتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مرحوم کی موزونی طبع؛ بلکہ شعری ذوق

نے انہیں شاعر بنادیا۔(۲۰) نمونہ شعر: شاہِ جہاں باز اگر ہمارا ہے # کیا غم ہے جب کہ وہ ہمارا ہے۔(۲۱)

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: آپ ایک عالم متبحر اور عربی، اردو کے بہترین ادیب تھے، چنانچہ مولانا عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ: آپ اپنے دور کے اہل قلم میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، اس بات کے شاہد دار العلوم کے دو مجلے القاسم اور الرشید ہیں، جو آپ کی ادارت میں منظر عام پر آتے تھے اور دونوں علمی حلقوں میں مقبول تھے۔(۲۲) آپ کی علمی اثاثہ میں اشاعتِ اسلام، تعلیمات اسلام، سید المرسلین، لامیۃ المعجزات وغیرہ لافانی یادگار ہیں، آپ کے مجموعہ مضامین اشاعت اسلام نے جو مقبولیت پائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔(۲۳) جسے سیر و تاریخ اور تراجم کے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کے بعد نہایت سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے۔(۲۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: یگانہ طرز تحریر اور شاندار ادیب ہونے کے باعث ہند و پاک کی مشہور شخصیت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کا محتاج نہیں، آپ نثر میں ایک خاص طرز اور اسلوب کے موجد و مالک تھے، الفاظ اور تراکیب کے حسن اور اندازِ بیان سے عبارت میں ایک مخصوص رنگ جھلکتا ہے، آپ اردو کے ممتاز ادیب اور سحر البیان خطیب تھے۔(۲۵) آپ کے مناقب میں ایک جگہ ہے کہ آپ بیان میں ہر موقع و محل کے مناسب اور موضوع کے مطابق انداز بیان اختیار کرتے ہیں اور رنگ میں زور اور ہر مقام پر جدت و ندرت پیدا کر دیتے ہیں۔(۲۶) آپ کے ادبی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے مولانا نور عالم خلیل امینی فرماتے ہیں: آپ زبان و قلم کے شہسوار، ممتاز انشا پرداز تھے اور اردو کے بلند پایہ اور سحر انگیز خطیب بھی تھے۔(۲۷)

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ: آپ مفتی اعظم، مایہ ناز مصنف ہیں، آپ کی سب سے شاہکار تصنیف معارف القرآن ہے آپ جہاں دیگر علوم وفنون پر پوری دستگاہ رکھتے ہیں وہیں مفتی صاحب کا ادبی ذوق بھی ان کی تحریر سے نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ بقول مولانا عبداللہ صاحب آپ کی فکر رسا نے خاص خاص موقعوں پر آپ کو اشعار کہنے پر مجبور کیا۔(۲۸) فارسی اور اردو سے خاصی دلچسپی تھی، شعر و شاعری سے اپنی مجلس کو زعفران زار بنائے رہتے۔ شستہ و سادہ آسان زبان میں شاعری کرتے، کلام انتہائی معنی خیز، عام فہم، اور مختصر ہوتا تھا، معنی کی فراوانی، الفاظ کی ترسیلی اور بندش مضبوط ہوتی، ترکیب میں سلاست و روانی موجزن ہوتی، ندرت اور البیلے انداز سے معمور پند و نصائح، عبرت آموز واقعات و حوادثات کی نشاندہی کلام میں جابجا ملتی ہے، شعر و شاعری آپ کو وراثت میں ملی تھی۔(۲۹)

شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ: دار العلوم دیوبند کے منظر نامے پر ایک ممتاز نام مولانا اعزاز علی امروہوی کا بھی ملتا ہے، ان کا ادب و شاعری سے قدیم و اٹوٹ رشتہ ہے، نظم و نثر دونوں میدانوں میں مولانا کی الگ چھاپ اور مضبوط گرفت ہے۔ جہاں انھوں نے نثری جلوہ بکھیرا وہیں نظم و شاعری کے ذریعے اپنی قدآوری کی جوت جگائی ہے، کلام کی رعنائی، حسن کی تازگی، بیان کی شگفتگی، سچائی و آئینہ داری کے ساتھ ساتھ عصری تاثرات، سماجی زندگی میں پیش

آنے والے واقعات، معشوقاؤں کی ناز برداریاں، عشق ومحبت کے ڈھکے چھپے احساسات کی سادہ ترجمانی ان کو ایک صاحب طرز فنکار ثابت کرتی ہے۔(۳۰)

مولانا نسیم احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ: دارالعلوم دیوبند نے جن صاحب طرز ادیبوں، ممتاز شاعروں کے ذریعے چمنستان شعروادب کی آبیاری کی، ان میں سے ایک تابندہ نام مولانا نسیم احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی لیا جاتا ہے، آپ کے اسلوب نگارش سے ایک شاندار صاحب طرز، منفرد انشاپرداز کا عنوان ملتا ہے، آپ نے کئی درجن کتابوں اور سینکڑوں مضامین کے ذریعے اردوادب میں گراں قدر اضافہ کیا۔ آپ کے اندر شعر گوئی کی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود تھی، آپ کے کلام میں مضامین کی فراوانی کے ساتھ ساتھ ندرت کا شاہکار، سادگی وشگفتگی کی ایک پہچان نظر آتی ہے مضبوط بندش، سہل ترکیب، الفاظ کی ساخت وبناوٹ سے کلام کی دوشیزگی میں چار چاند لگ گئے۔(۳۱)

حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے شاعری کے تعلق سے فطری ذوق اور موزوں طبیعت پائی تھی، مستند سخنور تھے، حقیقت پسندی کا اظہار واضح انداز میں کرتے۔ آپ کے کلام میں اگر قدامت پسندی کی چھاپ ہے، تو جدت سے بھی گریز نہیں، زبان میں سلاست وروانی قابل ذکر ہے۔ مولانا سالم صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی شاعری، شوقِ شاعری کے بجائے واقعات وحادثات پر ذہنی تاثر، حقیقی جزئیات اور تبادر ذہنی پر مبنی ہے۔(۳۲) آپ کی شاعری تصنع کے بجائے سادگی وسلاست اور خلوص وجذبات کی ترجمانی کرتی ہے اور نزاکت خیال کے بجائے متصوفانہ رنگ میں ڈوبی ہوتی ہے۔(۳۳) بقول حضرت مولانا اسلم صاحب: حضرت (حکیم الاسلام) کا صنفِ شعر سے دلچسپی کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے جاری تھا اور اب تک نظموں کا ایک معقول ذخیرہ جمع ہو چکا ہے، جو عرفانِ عارف کی زینت ہے۔(۳۴) شاعری کی طرح نثری نقوش بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ ہندو پاک کے پختہ لکھنے والوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔(۳۵)

مولانا حامد الانصاری غازی رحمۃ اللہ علیہ: حامد الانصاری غازی ان مقتدر ادیبوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے مضامین میں سیاسی تدبر وتفکر کا ثبوت دیا اور نہایت مربوط، شائستہ زبان میں عصری واقعات وحالات پر شذرات لکھے۔ ان کی تحریروں میں سیاسی شعور کی پختگی اور ان کے سیاسی نظریے اور رویے کا استحکام نظر آتا ہے۔(۳۶) وہ ایک عالم، محقق، ادیب، صحافی، شاعر، انشاپرداز، ہر میدان میں ممتاز تھے، ان کے قلم کی روانی دیدنی تھی۔ غازی صاحب کی جوان، تازہ، دلکش، خوب صورت، فکر انگیز اور نتیجہ خیز تحریروں نے ان کی فکری، ذہنی، علمی، تحقیقی صلاحیتوں کا ہر کسی کو قائل کیا۔ ان کے اندر انداز نگارش، بلند اسلوب، بالغ نظری، عمیق مطالعہ نے ان کو اردو کے بلند پایہ صحافیوں اور قلم کاروں میں لا کھڑا کیا۔(۳۷)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ: مولانا اکبر آبادی اپنے دور کی ایک علمی اور ادبی شخصیت تھی، ان کی ادبی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نسیم اختر شاہ قیصر فرماتے ہیں: وہ اپنے علمی مقام، انشاء وادب کے کمالات

اور تحقیق اور ژرف نگاہی کی انفرادیت کے باوجود اپنی ظاہری وضع قطع، چال اور لباس وغیرہ سے لوگوں کو متاثر نہیں کر پائے۔ ماہنامہ برہان دہلی کے مدیر کی حیثیت سے ان کے قلمی آبگینوں کو نظرات کے عنوان سے مدتوں پڑھا اور سلاست و روانی اور فکر و خیال کی وسعت کو محسوس کیا، ان کی تحریریں اسلوب و ادا کے اعتبار سے دل کو بھاتی تھیں۔ ان کے یہاں ادب کی چاشنی، انشاء کی بلندی، فکر کی سلامتی اور معلومات کی فراوانی تھی۔ ہر تحریر میں ان کا علم جھلکتا اور ان کے خیالات کی روانی صاف نظر آتی۔ (۳۸)

مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ: آپ کی اتنی سی تعریف کافی ہے کہ آپ ندوۃ المصنفین جیسے عظیم ادارے کے بانی ہیں۔ بقول علامہ انظر شاہ صاحب اپنے خاص سلیقہ، قرینہ، بالغ شعور، بھرپور تندہی سے اس ادارے کو وہ حیثیت دی کہ دیو بند اس پر فخر کر سکتا ہے۔ (۳۹) اور دوسری جگہ ہے کہ آپ کا فکرِ نازک اور آپ کے انشاء پرداز قلم کا نشانہ اردو کی تعمیر میں مصروف رہتا اور جب شعر و سخن کا سلسلہ چلتا تو آپ کے برمحل اور برجستہ اشعار سے مجلس باغ و بہار بن جاتی۔ (۴۰) آپ نے بڑی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کیں اور مولانا ادروی نے فرمایا کہ برہان جیسا معیاری رسالہ اسی ادارے سے نکلتا تھا۔ (۴۱)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ عظیم خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے قلم کار بھی تھے۔ آپ کے علمی و سیاسی کارناموں پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے؛ لیکن آپ کے ادبی پہلو پر نہ کے برابر لکھا گیا، اس مختصر خاکے میں حضرت مدنی کے طرزِ تحریر، لسانی اسلوب، شعری و ادبی ذوق کی ہلکی سی جھلک پیش ہے۔

آپ کی نثر میں سادگی، سلاست و شفافیت بدرجہ اتم موجود ہے، جس پر لکھنے میں قلم برداشتہ؛ لیکن بیان ایسے پیرایے میں کہ مشکل سے مشکل بحث قاری کے فوراً ذہن نشین ہو جائے۔ کبھی کبھی موضوع کے مطابق اشعار بھی لکھتے۔ (۴۲)

سلطان القلم مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ: قیمتی تصانیف، بے شمار علمی خدمات، تدریسی خصوصیات، اعتدالِ فکر، پاکیزگی مذاق علوم حدیث و قرآن اور ان سے متعلقہ مضامین کے علاوہ عصری معلومات اور دورِ حاضر کی علمی تحقیقات کے حوالے سے ان کا مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ (۴۳) آپ کا ادبی کارنامہ ہی آپ کی شخصیت کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ جہاں آپ کی تحریر علوم و معارف کی آئینہ دار ہے، وہیں اس میں ادب کے ستھرے ذوق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (۴۴) آپ کی تحریر میں صحفِ سماوی کا انداز، خطیبوں کا جوش و برجستگی، عشاق کی مستی و وارفتگی، عقل و جذبات کی لطیف آمیزش ہوتی ہے۔ (۴۵) آپ قلم کی روانی اور ذہن و فکر کی بلند پروازی میں یگانہ روزگار تھے، جس موضوع اور عنوان پر قلم اٹھاتے، ایسا معلوم ہوتا کہ سمندر ہے، جوش مار رہا ہے۔ مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: تقریر سے آگے تحریر و تصنیف کو دیکھئے تو گیلانی کا قلم اس میدان میں بھی بڑے بڑے ہم چشموں سے پیچھے نہیں، نہ کمّا نہ کیفاً۔ (۴۶) آپ کی تحریر کے سلسلے میں جناب غلام محمد لکھتے ہیں: (آپ کی) ہر تحریر میں بے ساختگی، زورِ استدلال اور سوز و گداز کچھ ایسا موجود ہے کہ ربطِ کتاب ٹوٹنے پر بھی کتاب

چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔(۴۷) مولانا نسیم احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے گلشنِ ادب کی جہت بندی اور سحر آفرینی کا اظہار یوں کرتے ہیں: ان کی زبان قلعہ معلّٰی، دارالعلوم، عثمانیہ یونیورسٹی اور صوبہ بہار کے علمی گھرانوں کی ملی جلی خصوصیات کی آئینہ دار تھی۔ اردو ادب کو آپ کی انفرادیت نے ایک نئی جہت عطا کی، تحریر کا مخصوص لب ولہجہ خود آپ کا تھا اور اس میں کسی کے پیروکار نہیں بلکہ خود اس کے موجد تھے۔(۴۸) مولانا عبدالماجد دریا آبادی تحریر فرماتے ہیں: (مولانا گیلانی) ایک خاص طرز وانشا کے مالک تھے، اس میں کسی کے مقلد نہیں، خود اس کے موجد تھے۔(۴۹) آپ کا طرز تحریر کئی خصوصیات کا آئینہ دار ہے، بے ساختگی، برجستگی وپختگی، قوت استدلال واستخراج، ایجاز واطناب، استعارات وکنایات اور بہت کچھ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔(۵۰) وضاحتِ عبارت، متانتِ فکر نے آپ کی تحریروں کو ادبی وعلمی دونوں حلقوں میں اعتبار بخشا۔ سید سلیمان ندوی، عبدالماجد دریا آبادی، ماہر القادری جیسے سخن فہم، ادب شناس نے ان کی تحریروں میں نئے تموج اور ان کی لفظیات کی جولانی کی ستائش کی ہے اور ان کے طرزِ اظہار کو یکسر مختلف اور منفرد قرار دیا ہے۔(۵۱)

مولانا امین الرحمٰن عامر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: دارالعلوم دیوبند نے اپنی ادبی، صحافتی سفر میں لاتعداد افراد پیدا کیے، اسی گلشنِ ادب وصحافت میں ایک شجرِ علم وادب، صحافت ونقد مولانا عامر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی ذات محتاج تعارف نہیں، وہ اپنے وقت کے امام صحافت، بے باک مبصر، لاجواب شاعر اور صحت مند ناقد تھے۔ شعری، ادبی، تحقیقی ذوق فطری تھا، نیز برجستگی، متانت، سنجیدگی ان کو ورثہ میں ملی تھی، زبان وادب کی ہر صنف پر ان کی گرفت تھی۔(۵۲) بقول مولانا نسیم اختر شاہ قیصر: عامر عثمانی جتنے اعلیٰ پایے کے ادیب اور قلمکار تھے اتنے ہی بلند فکر کے شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری ایک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتی ہے۔(۵۳)

مولانا احسان اللہ تاجور رحمۃ اللہ علیہ: علامہ تاجور برادر قاسمیت کی شعری دنیا کے شہنشاہ ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ سلطان القلم اور ادیب دوراں بھی ہیں، اس کا بخوبی اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی ادارت میں دسیوں رسائل وماہنامے نکلتے تھے، اور ملت کی دینی، تعلیمی، ادبی، تاریخی، سیاسی گویا ہر پہلو سے تشنگی بجھانے میں ایک مدت تک کام کرتے رہے۔ مولانا عبداللہ صاحب فرماتے ہیں: آپ کی ادبیت اور شعریت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ خود حکومت نے آپ کو شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز کیا۔(۵۴)

علامہ تاجور ان چند شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی ادب کے لیے وقف کردی مگر پھر بھی ادبی دنیا کے لیے اجنبی ٹھہرے، تاریخ لکھنے والوں نے بھی انہیں بھلادیا، صرف خاصانِ ادب ہی ان سے واقف ہیں۔ ن،م، راشد، اختر شیرانی، احسان دانش، قیوم نظر، جگن ناتھ آزاد کو کون نہیں جانتا، مگر واقف نہیں تو صرف ان سے جنھوں نے ان لوگوں کو جوہرِ قابل بنایا۔(۵۵) ان کی ادبی خدمات کو بھلادینا ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔

مولانا رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ: مولانا رضوان القاسمی کا شمار اردو کے اہم نثر نگاروں میں ہوتا ہے، عربی، فارسی، اردو ادبیات نے ان کی تحریر کو تمکنت، تمازت اور جلالت عطا کی۔ وضاحت فکر، سلاست اظہار نے نثر میں مقناطیسی کیفیت پیدا کی۔ لفظیات تراکیب اور عنوانات کے حسن انتخاب کی وجہ سے ان کی نثر کے شیدائیوں کا ایک بڑا حلقہ ہے۔ (۵۶)

مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: دیوبند کی ادبی وشعری زندگی میں ایک نام بہت نمایاں رہا ہے، جن کے شعری افکار نے اعتبار حاصل کیا ہے، وہ نام مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کے اشعار میں شدت احساس، علوئے فکر، خیال آفرینی اور قوتِ اظہار کے ساتھ ساتھ صحنِ میکدہ کا شعور، شیشہ مئے کی نزاکت اور بادِ صبح کا پیغام موجود ہے۔ (۵۷) چنانچہ مولانا عبداللہ عثمانی لکھتے ہیں: ان کی شاعری ہمارے سماج اور ہماری زندگی کی تصویر ہے۔ گہرے تجربے، فکر کی قوت، جذبات کی شدت، شعری نزاکتوں، فنی باریکیوں نے ان کو جدید شعراء کی صف میں لا کھڑا کیا۔ (۵۸) مولانا نسیم اختر شاہ قیصر مزید لکھتے ہیں: ان کے اشعار میں ایک رنگ اور کیفیت ہے، غالب کی زبان میں دل گداختہ رکھتے ہیں، فکر وسخن کے تمام تر تقاضوں، نزاکتوں اور باریکیوں پر ان کی نظر ہے۔ (۵۹)

علامہ انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: شاہ صاحب کی ذات شجرِ دارالعلوم کی ادبی شاخ کا ایک حسین گل ہے؛ جس نے اپنی خوشبو سے گلستان علم وادب کو مشکبار کر دیا۔ آپ کی نثر میں مصطفیٰ کمال کی طرح جذبات کی برانگیختگی کا عنصر بھی ہے، سعد زغلول کی طرح ذہانت اور طلاقت لسانی، لطفی سید کی طرح منطقیت ومعروضیت، کئی اسالیب کا امتزاج، مسجع ومقفی نثر اور ترسیلی قوت سے معمور اور سب سے بڑی خوبی یہ کہ وہ دوسروں کے خرمن کے خوشہ چیں نہیں؛ بلکہ خود تخمی کے قائل ہیں۔ ان کی نثر کا ساختیاتی تجزیہ کیا جائے تو یہ پتہ چلے گا کہ نثر میں شعری صنائع کا ہنر مندانہ استعمال کیسے کیا جاتا ہے تلمیحات، علامات، تجنیس وتعلیل اور دیگر صنائع وبدائع، ان کے لسانی ادراک وعرفان، علومِ بلاغت وبیان پر عبور کے ثبوت ہیں اور مطالعہ کی وسعت کا غماز بھی۔ (۶۰)

ان حضرات کے علاوہ بھی علمائے دیوبند ایک طویل فہرست ہے جن کا ذکر قلت صفحات کی بناء پر تفصیلاً ممکن نہیں؛ لیکن اردو ادب کے ارتقاء میں ان کے کردار کو فراموش کر دینا کسی جرم عظیم سے کم نہیں، چنانچہ مولانا عبداللہ صاحب نے اپنی کتاب علمائے دیوبند اور اردو ادب میں مولانا ذوالفقار علی، مولانا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی ادبی حیثیت کو اجاگر کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات اپنی گوناگوں علمی، سیاسی مصروفیات کے باوجود اپنے زبان وقلم کے ذریعے بھی امت مرحومہ کی دستگیری ورہنمائی فرماتے تھے۔

اسی طرح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ گلشن ادب کے خوبصورت، جاذب نظر اور خوشبودار پھول تھے۔ قلت صفحات کے باوجود دور حاضر کے ادبائے دارالعلوم کا ذکر نہ کرنا ان

کے حق میں ناانصافی ہوگی، ان ادباء میں؛ جنھوں نے اپنے نوکِ قلم کی روانی و برجستگی سے گیسوئے اردو کو سنوار کر اس کے حسن میں اضافہ کیا، مولانا سالم صاحب قاسمی، مولانا ریاست علی ظفر، مولانا نور عالم خلیل امینی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا کفیل الرحمٰن علوی، مولانا افضال الحق قاسمی، مولانا ندیم الواجدی، مولانا اسرار الحق قاسمی، علامہ قمر عثمانی، نسیم اختر شاہ قیصر، مولانا شاہین جمالی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی سلمان منصور پوری، مولانا سالم جامعی، مولانا وارث علی مظہر، مولانا انیس الرحمٰن آزاد، مولانا حقانی القاسمی، مولانا نظام الدین اسیر ادروی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حرفِ آخر بہ مختصر یہ کہ نہ صرف اردو ادب کے ارتقاء میں علمائے دیوبند کا کردار رہا ہے، بلکہ اردو کی بقاء اور اس کی لطافت و پاکیزگی، شیرینی و چاشنی، دلکشی و جاذبیت، سحر انگیزی و نزاکت میں بھی انھوں نے اردو کو ایک جہت عطا کی۔ آج اردو زبان کے ان بیش بہا لعل و گوہر کو سامنے لانے اور ان کے نام و کام کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی:

(۱) روزنامہ الجمعیۃ دہلی دارالعلوم نمبر/۲۶ مارچ/۱۹۸۰، ص:۶۰۔ (۲) سوانح علمائے دیوبند، ص:۸۸۔ (۳) نقش دوام، ص:۲۴۷۔ (۴) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۱۱۔ (۵) تاریخ دارالعلوم، ج:۱، ص:۳۵۔ (۶) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۱۱-۱۲۔ (۷) سوانح قاسمی، ج:۱، ص:۲۶۷۔ (۸) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۲۰-۲۱ و چند مشاہیر، ص:۳۱۔ (۹) دارالعلوم دیوبند۔ ادبی شناخت نامہ، ج:۱، ص:۵۲۔ (۱۰) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۳۸۔ (۱۱) ایضاً۔ (۱۲) چند مشاہیر، ص:۵۲۔ (۱۳) اسیران مالٹا، ص:۱۰۔ (۱۴) شیخ الہند حیات اور کارنامے۔ (۱۵) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۵۰-۵۱۔ (۱۶) ندائے شاہی نعت نبی نمبر، ص:۱۹۰۔ (۱۷) کاروان رفتہ، ص:۲۵۔ (۱۸) نقش دوام، ص:۷۰۔ (۱۹) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۴۷۔ (۲۰) نقش دوام، ص:۲۴۸۔ (۲۱) خانوادہ شاہی، ص:۱۹۔ (۲۲) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۸۰۔ (۲۳) چند مشاہیر، ص:۵۸۔ (۲۴) اشاعت اسلام، ج:۱، ص:۱۷۔ (۲۵) چند مشاہیر، ص:۶۹۔ (۲۶) نقش دوام، ص:۱۱۰۔ (۲۷) وہ کوہ کن کی بات، ص:۲۳۰۔ (۲۸) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۱۵۵۔ (۲۹) مسودہ انتخاب کلیات علمائے دیوبند و نسیم سحر مجموعہ کلام۔ (۳۰) مسودہ انتخاب کلیات علمائے دیوبند و نسیم سحر مجموعہ کلام۔ (۳۱) ایضاً۔ (۳۲) ایضاً۔ (۳۳) چند مشاہیر، ص:۲۷۔ (۳۴) ہفت روزہ اشاعت حق، ص:۲۷۔ (۳۵) چند مشاہیر، ص:۸۰۔ (۳۶) دارالعلوم دیوبند- ادبی شناخت نامہ، ص:۱۰۱۔ (۳۷) چند نامور، ص:۱۰۰-۱۰۲ (۳۸) جانے پہچانے لوگ، ص:۳۱۔ (۳۹) کاروان رفتہ، ص:۸۱۔ (۴۰) نقش دوام، ص:۷۶۔ (۴۱) کاروان رفتہ، ص:۱۶۲۔ (۴۲) چند مشاہیر، ص:۶۵۔ (۴۳) ہزار سال پہلے، ص:۱۲۔ (۴۴) مناظر گیلانی، ص:۶۵۔ (۴۵) الفرقان افادات گیلانی نمبر/۱۹۵۷۔ (۴۶) حیات گیلانی، ص:۲۰۱۔ (۴۷) مقالات احسانی، ص:۱۳۔ (۴۸) مناظر گیلانی، ص:۶۲۔ (۴۹) وفیات ماجدی، ص:۷۷۔ (۵۰) مناظر گیلانی، ص:۶۸۔ (۵۱) دارالعلوم دیوبند- ادبی شناخت نامہ، ص:۴۷۔ (۵۲) چند نامور ص:۵۰-۵۱۔ (۵۳) میرے عہد کے لوگ، ص:۱۵۰۔ (۵۴) علمائے دیوبند اور اردو ادب، ص:۱۴۰۔ (۵۵) دارالعلوم دیوبند- ادبی شناخت نامہ، ص:۱۳۱۔ (۵۶) ایضاً۔ (۵۷) شناسہ، ص:۱۲-۱۵۔ (۵۸) چند نامور، ص:۱۱۵۔ (۵۹) میرے عہد کے لوگ، ص:۱۲۹۔ (۶۰) دارالعلوم دیوبند- ادبی شناخت نامہ، ص:۷۹۔

☆......☆......☆